

عند المقدمتين ۲

أَلَّا شَهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قَصَاصٌ فَمَنْ أَعْتَدَى
عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا وَعَلَيْهِ يُمْثَلُ مَا أَعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ وَأَنْفَقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
مَعَ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيهِكُمْ إِلَى التَّهْلِكَةِ مَنْتَ وَأَحْسِنُوا ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ۝ وَأَتَمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۝ فَإِنْ أُحْصِرُوكُمْ
فَمَا أَسْتَيْسِرَ مِنَ الْهُدَىٰ ۝ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ

ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا۔ [۲۰۶] لہذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو۔ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ اللہ انہی لوگوں کے ساتھ ہے، جو اس کی حدود توڑنے سے پر ہیز کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔ [۲۰۷]

اللہ کی خوش نو دی کے لیے جب حج اور عمرے کی نیت کرو، تو اسے پورا کرو، اور اگر کہیں گھر جاؤ تو جو قربانی میسر آئے، اللہ کی جناب میں پیش کرو [۲۰۸] اور اپنے سر نہ موٹو جب تک کہ قربانی

[۲۰۶] اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آ رہا تھا کہ ذی القعدہ، ذی الحجه اور حرم کے تین مہینے حج کے لیے مختص تھے اور جب کامہینہ عمرے کے لیے خاص کیا گیا تھا، اور ان چار مہینوں میں جنگ اور قتل و غارت گری ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اس بنابر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا، یعنی حرم دالے مہینے۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں، تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پر دست درازی کر گزریں، تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں۔

[۲۰۷] آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا کے دین کو سر بلند کرنے کے لیے اپنا مال خرچ نہ کرو گے اور اس کے مقابلے میں اپنے ذاتی مفاد کو عزیز رکھو گے، تو یہ تمہارے لیے دنیا میں بھی موجب ہلاکت ہوگا اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں تم کفار سے مغلوب اور ذلیل ہو کر ہو گے اور آخرت میں تم سے سخت باز پرس ہوگی۔

[۲۰۸] عمل کا ایک درجہ یہ ہے کہ آدمی کے پر درجہ خدمت ہو، اسے بس کر دے۔ اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسے حسن و خوبی کے ساتھ کرے اور اس کی تمجیل کی ہر ممکن کوشش کرے۔ پہلا درجہ مخفی طاعت کا درجہ ہے، جس کے لیے صرف تقوقی اور خوف کافی ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا درجہ احسان کا درجہ ہے، جس کے لیے محبت اور گھر اقبالی لگاؤ درکار ہوتا ہے۔

[۲۰۹] یعنی اگر راستے میں کوئی ایسا سبب پیش آجائے، جس کی وجہ سے آگے جانا غیر ممکن ہو اور مجبوراً ک جانا پڑے، تو اونٹ، گائے، بکری میں سے جو جانور بھی میسر ہو، اللہ کے لیے قربان کر دو۔

۱۱۹
 الْهَدُوْ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْکُمْ مَرِيضاً أَوْ بَهْ أَذْگَى مِنْ
 رَأْسِهِ فَقِدْيَهُ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُلِّیٰ فَإِذَا أَمْتُمْ وَفَهُ
 فَمَنْ تَمَّسَّ بِالْعُمَرَةِ إِلَى الْحَجَّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدُوْ فَمَنْ
 لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَثَةٍ أَيَّامٍ فِي الْحَجَّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ
 تِلْكَ عَشَرَةً كَامِلَةً ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ
 الْحَرَامُ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ [۲۰] مگر جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر اپنا سر منڈوا لے، تو اسے چاہیے کہ فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔ [۲۱] پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے [۲۲] (اور تم حج سے پہلے کے پہنچ جاؤ) تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے، وہ حسب مقدور قربانی دے، اور اگر قربانی میسر نہ ہو، تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے، جن کے گھر مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔ [۲۳] اللہ کے ان احکام کی خلاف ورزی سے بچو اور خوب جان لو کہ اللہ سخت سزاد ہیں والا ہے ۸

[۲۰] اس امر میں اختلاف ہے کہ قربانی کے اپنی جگہ پہنچ جانے سے کیا مراد ہے۔ فقہائے حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد حرم ہے، یعنی اگر آدمی راستہ میں رک جانے پر مجبور ہو، تو اپنی قربانی کا جانور یا اس کی قیمت پہنچ دے تاکہ اس کی طرف سے حدود حرم میں قربانی کی جائے۔ اور امام مالک اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک جہاں آدمی گھر گیا ہو، وہیں قربانی کر دینا مراد ہے۔
 سر موڈنے سے مراد جامت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک قربانی نہ کرو جامت نہ کرو۔

[۲۱] حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس صورت میں تین دن کے روزے رکھنے یا چھ مسینوں کو کھانا کھلانے یا کم از کم ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔

[۲۲] یعنی وہ سبب دور ہو جائے، جس کی وجہ سے مجبوراً تمہیں راستے میں رک جانا پڑتا تھا۔ چونکہ اس زمانے میں حج کا راستہ بند ہونے اور حاجیوں کے رک جانے کی وجہ زیادہ تر دشمن اسلام قبیلوں کی مزاحمت ہی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیت میں ”گھر جائے“ اور اس کے بال مقابل یہاں ”امن نصیب ہو جائے“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لیکن جس طرح ”گھر جائے“ کے مفہوم میں دشمن کی مزاحمت کے علاوہ دوسرے تمام موانع شامل ہیں، اسی طرح ”امن نصیب ہو جائے“ کا مفہوم بھی ہر مانع و مزاحم چیز کے دور ہو جانے پر خادی ہے۔

[۲۳] عرب جاہلیت میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عمرے کے لیے الگ اور حج کے لیے الگ سفر کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قید کو اڑا دیا اور باہر سے آنے والوں کے ساتھ یہ رعایت فرمائی کہ وہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں کر لیں۔ البتہ جو لوگ مکہ کے آس پاس میقاتوں کی حدود کے اندر رہتے ہوں انھیں اس رعایت سے مستثنی کر دیا کیونکہ ان کے لیے عمرے کا سفر الگ اور حج کا سفر الگ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

۱۹۶) أَلْحَجَ أَشْهُرٌ مَّعْلُومٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا
فُسُوقٌ لَوْلَاجِدَالَ فِي الْحَجَّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَ
وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الرِّزَادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا وَلِي الْأَلْبَابِ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ط

حج کے مبنی سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل [۲۱۳] کوئی عملی [۲۱۴] کوئی لڑائی جھگڑے کی [۲۱۵] بات سرزد نہ ہو۔ اور جو نیک کام تم کرو گے، وہ اللہ کے علم میں ہو گا۔ سفر حج کے لیے زادراہ ساتھ لے جاؤ، اور سب سے بہتر زادراہ پر ہیز گاری ہے۔ پس اے ہوش مندو! میری نافرمانی سے پر ہیز کرو [۲۱۶] اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں [۲۱۷]۔

حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمرہ کر کے احرام کھول لے اور ان پابندیوں سے آزاد ہو جائے، جو احرام کی حالت میں لگائی گئی ہیں۔ پھر جب حج کے دن آئیں، تو از سر نو احرام باندھ لے۔
[۲۱۸] احرام کی حالت میں میاں اور بیوی کے درمیان نہ صرف تعلق زن و شومنوں ہے، بلکہ ان کے درمیان کوئی ایسی گفتگو بھی نہ ہوئی چاہیے، جو رغبت شہوانی پر بنی ہو۔

[۲۱۹] تمام معصیت کے افعال اگرچہ بجائے خود نا جائز ہیں، لیکن احرام کی حالت میں ان کا گناہ بہت سخت ہے۔

[۲۲۰] حتیٰ کہ خادم کوڈا انہا تک جائز نہیں۔

[۲۲۱] جاہلیت کے زمانے میں حج کے لیے زادراہ ساتھ لے کر نکلنے کو ایک دنیا دارانہ فعل سمجھا جاتا تھا۔ اس آیت میں ان کے اس غلط خیال کی تردید کی گئی ہے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ زادراہ نہ لینا کوئی خوبی نہیں ہے۔ اصل خوبی خدا کا خوف اور اس کے احکام کی خلاف ورزی سے اجتناب اور زندگی کا پا کیزہ ہونا ہے۔ جو مسافر اپنے اخلاق درست نہیں رکھتا اور خدا سے بے خوف ہو کر برے اعمال کرتا ہے، وہ اگر زادراہ ساتھ نہ لے کر محض ظاہر میں فقیری کی نمائش کرتا ہے، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں وہ ذلیل ہو گا اور اپنے اس مذہبی کام کی بھی توہین کرے گا، جس کے لیے وہ سفر کر رہا ہے۔ لیکن اگر اس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور اس کے اخلاق درست ہوں، تو خدا کے ہاں بھی اس کی عزت ہو گی اور خلق بھی اس کا احترام کرے گی، چاہے اس کا تو شد ان کھانے سے بھرا ہوا ہو۔

[۲۲۲] یہ بھی قدیم عربوں کا ایک جاہلیۃ تصور تھا کہ سفر حج کے دوران میں کسب معاش کے لیے کام کرنے کو وہ برائحت تھے، کیونکہ ان کے نزدیک کسب معاش ایک دنیا دارانہ فعل تھا اور حج جیسے ایک مذہبی کام کے دوران میں اس کا ارتکاب فرموم تھا۔ قرآن اس خیال کی تردید کرتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ ایک خدا پرست آدمی جب خدا کے قانون کا احترام لخواز رکھتے ہوئے اپنی معاش کے لیے جدوجہد کرتا ہے، تو دراصل اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے، اور کوئی گناہ نہیں، اگر وہ اپنے رب کی رضا کے لیے سفر کرتے ہوئے اس کا فضل بھی تلاش کرتا جائے۔

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَتِي فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَادْكُرْ وَهَا كَمَا هَذَا كُمْ وَإِنْ
كُنْتُم مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ثُمَّ أَفْيُضُوا
مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ فَإِذَا قَضَيْتُم مَّا سَكَمْ
فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذَكْرَ كُمْ أَبَاءَ كُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا
فِيمَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا

پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھیکر کر اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو، جس کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہے، ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔ [۲۱۹] پھر جہاں سے اور سب لوگ پلتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو، [۲۲۰] یقیناً وہ معاف کرنے والا اور حرم فرمانے والا ہے۔ پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے آبا و اجداد کا ذکر کرتے تھے، اس طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ [۲۲۱] (مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بھی بہت فرق ہے) ان میں سے کوئی تو ایسا ہے، جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔

[۲۱۹] یعنی جاہلیت کے زمانے میں خدا کی عبادت کے ساتھ جن دوسرے مشرکانہ اور جاہلناہ افعال کی آمیزش ہوتی تھی ان سب کو چھوڑ دو اور اب جو ہدایت اللہ نے تمہیں بخشی ہے، اس کے مطابق خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

[۲۲۰] حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے زمانے سے عرب کا معروف طریقہ حج یہ تھا کہ ۹ روزی الحج کو منی سے عرفات جاتے تھے اور رات کو وہاں سے پلٹ کر مزدلفہ میں ٹھیرتے تھے۔ مگر بعد کے زمانے میں جب رفتہ رفتہ قریش کی برہمنیت قائم ہو گئی، تو انہوں نے کہا: ہم اہل حرم ہیں، ہمارے مرتبے سے یہ بات فروتنہ ہے کہ عام اہل عرب کے ساتھ عرفات تک جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لیے یہ شان امتیاز قائم کی کہ مزدلفہ تک جا کر ہی پلٹ آتے اور عام لوگوں کو عرفات تک جانے کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ پھر یہی امتیاز بنی خزانہ اور بنی کنانہ اور ان دوسرے قبیلوں کو بھی حاصل ہو گیا، جن کے ساتھ قریش کے شادی بیاہ کے رشتے تھے۔ اسی فخر و غرور کا بات اس آیت میں توڑا گیا ہے۔ ان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اور سب لوگ جہاں تک جاتے ہیں، انھیں کے ساتھ جاؤ، انھیں کے ساتھ ٹھیکرو، انھیں کے ساتھ پلٹو، اور اب تک جاہلیت کے فخر و غرور کی بنی اپست ابراہیم کی جو خلاف ورزی تم کرتے رہے ہو، اس پر اللہ سے معافی مانگو۔

[۲۲۱] اہل عرب حج سے فارغ ہو کر منی میں جلسے کرتے تھے، جن میں ہر قبیلے کے لوگ اپنے باپ دادا کے کارناٹے فخر کے ساتھ بیان کرتے اور اپنی بڑائی کی ڈینگیں مارتے تھے۔ اس پر فرمایا جا رہا ہے کہ ان جاہلناہ باتوں کو چھوڑو، پہلے جو وقت فضولیات میں صرف کرتے تھے اب اسے اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں صرف کرو۔ اس ذکر سے مراد زمانہ قیام منی کا ذکر ہے۔

لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ
 رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۝ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً
 ۝ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أَوْلَئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا۝
 وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي آيَاتِهِ
 مَعْدُودٌ ذَلِيلٌ ۝ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمِئِنْ فَلَا إِشْرَامَ
 عَلَيْهِ ۝ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِشْرَامَ عَلَيْهِ لَا لِمَنِ اتَّقَى۝
 وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝
 وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 وَيُشَهِّدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ لَا وَهُوَ أَلَّا الْخِصَامُ ۝

ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلانی دے اور آخرت میں بھی بھلانی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دری نہیں لگتی۔ یعنی کے چند روز ہیں، جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہیں۔ پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، اور جو کچھ دری زیادہ ٹھیکر کر پلا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ [۲۲۲] بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کیے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اس کے حضور میں تمہاری پیشی ہونے والی ہے۔

انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیکرتا ہے، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ [۲۲۳]

[۲۲۲] یعنی ایام تشریق میں منی سے کئے کی طرف واپسی خواہ ۱۲ اربزی الحجہ کو ہو یا تیرھوں تاریخ کو، دونوں صورتوں میں کوئی حرج نہیں۔ اصل اہمیت اس کی نہیں کہ تم ٹھیکرے کتنے دن، بلکہ اس کی ہے کہ جتنے دن بھی ٹھیکرے ان میں خدا کے ساتھ تمہارے تعلق کا کیا حال رہا۔ خدا کا ذکر کرتے رہے یا میلیوں ٹھیلوں میں لگے رہے۔

[۲۲۳] یعنی کہتا ہے: خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں، اپنی ذاتی غرض کے لیے نہیں، بلکہ صرف حق اور صداقت کے لیے یا لوگوں کی بھلانی کے لیے کام کر رہا ہوں۔

[۲۲۴] ”اللَّهُ الْخِصَامُ“ کے معنی ہیں ”وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو۔“ یعنی جو حق کی خلافت میں ہر ممکن حرثے سے کام لے۔ کسی جھوٹ، کسی بے ایمانی، کسی عذر و بدعہدی اور کسی میزدھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔

وَإِذَا تَوَلَّتِ سَعْيٍ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ
الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ طَوَّالَهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَإِذَا قِيلَ
لَهُ أَتَقِ اللَّهَ أَخْذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْأُثْمِ فَحَسِبَهُ جَهَنَّمُ وَطَ
وَلِئِنْسَ الْبِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَسْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ
مَرْضَاتِ اللَّهِ طَوَّالَهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
أَمْنُوا ادْخُلُوا فِي السَّلَامِ كَافَةً صَوَّلَاتٍ تَتَّبِعُوا خُطُوطَ
الشَّيْطَنِ طَإِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ فَإِنْ زَلَّتُمْ مِّنْ
بَعْدِ مَا جَاءَكُمُ الْبَيِّنُتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ ۝ هَلْ يَنْظَرُونَ إِلَّا أَنْ يَا تِيَّهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَّلٍ

جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، [۲۲۵] تو زمین میں اس کی ساری دوڑھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالاں کہ اللہ (جسے وہ گواہ بنارہاتھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر جمادیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت براٹھکانا ہے۔ دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے، جو رضاۓ الہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔ اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ [۲۲۶] اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آ چکی ہیں، اگر ان کو پاییں کے بعد پھر تم نے لغزش کھائی، تو خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ (ان ساری نصیحتوں اور ہدایتوں کے بعد بھی لوگ سیدھے نہ ہوں، تو) کیا اب وہ اس کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں

[۲۲۵] دوسری ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”جب وہ پلتاتا ہے“، مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں بنائ کر جب وہ پلتاتا ہے تو عملایہ کچھ کرتا ہے۔

[۲۲۶] یعنی کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی کو اسلام کے تحت لے آؤ۔ تمہارے خیالات، تمہارے نظریات، تمہارے علوم، تمہارے طور طریقے، تمہارے معاملات، اور تمہاری سیمی و عمل کے راستے سب کے سب بالکل تابع اسلام ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اپنی زندگی کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے بعض حصوں میں اسلام کی پیروی کرو اور بعض حصوں کو اس کی پیروی سے مستثنی کرلو۔

[۲۲۷] یعنی وہ زبردست طاقت بھی رکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اپنے مجرموں کو سزاکس طرح دے۔